

افواہیں اور ان کے اثرات

آج کے دور میں جہاں اور بہت سی برائیاں اور بد اخلاقیات ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح کھا رہی ہیں، ان میں ایک بہت بڑی بیماری افواہیں پھیلانے کی ہے۔ شاید افواہیں پھیلانے والوں کو یہ اندازہ بھی نہ ہو کہ بسا اوقات اس کے منفی اثرات معاشرہ اور مملکت دونوں کے لئے خطرناک ہوتے ہیں اور جس کے تباہ کن اثرات سے خود افواہ سازی کا کام کرنے والے بھی نہیں بچ سکتے۔

شرعی نقطہ نگاہ سے افواہیں پھیلانا یا افواہوں کے ذریعہ سے معاشرہ میں فتنہ و فساد پھیلانا ایک بدترین جرم ہے۔ اس لئے کہ افواہیں معاشرہ کے مختلف طبقات کے درمیان بلا کسی سبب کے نہ صرف نفرت و حقارت پیدا کرتی ہیں بلکہ بسا اوقات بلا وجہ کی لڑائی جھگڑے کا سبب بھی ہوتی ہیں۔ افواہوں کے مہلک اور مضر اثرات کے پیش نظر اسلامی مملکت کے شہریوں پر یہ فریضہ شرعاً عائد ہوتا ہے کہ وہ خود کسی قسم کی افواہیں نہ پھیلائیں بلکہ افواہیں پھیلانے والوں پر بھی کڑی نظر رکھیں اور انہیں بھی افواہیں نہ پھیلانے دیں۔ من گھڑت اور جھوٹی باتیں نہ صرف دنیوی اعتبار سے جرم ہیں بلکہ آخرت میں بھی اس جرم کی پاداش میں سخت سزا بھگتنا پڑے گی۔ دنیا میں بھی اس قسم کی گھٹیا حرکتوں کے نتائج اچھے نہیں ہوتے۔

افواہیں خواہ حکومت کے خلاف ہوں یا کسی ادارے کے، امت مسلمہ کے کسی فرد کے خلاف ہوں یا کسی طبقہ کے خلاف، ہر حالت میں قابل مذمت ہیں۔ تاریخ میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ چند افراد کی پھیلائی ہوئی باتیں پوری قوم کے لئے شرمندگی اور پریشانی کا باعث بن گئیں اور اس کے سنگین نتائج آنے والی نسلوں کو بھی بھگتنا پڑے۔

افواہ سازی..... منافقانہ طرزِ عمل

عہد نبوی میں افواہیں پھیلانے کا کام منافقین کیا کرتے تھے۔ منافقین نہ ملت اسلامیہ کے خیر خواہ تھے نہ ہی مملکت اسلامیہ کے۔ وہ ہر وقت اس تاک میں رہتے تھے کہ کوئی موقع ملے تو ملت اسلامیہ پر بھرپور وار کریں خصوصاً اُن حالات میں جب مسلمانوں پر جنگ کا خطرہ منڈلا رہا ہوتا تھا تو اُن کی تحریمی سرگرمیاں مزید تیز ہو جاتی تھیں۔ منافقین کبھی خوف و ہراس پھیلانے کے لئے افواہیں پھیلا یا

کرتے تھے اور کبھی کسی واقعی خطرے کو چھپانے کے لئے اور غلط قسم کا اطمینان پیدا کرنے کی خاطر بے بنیاد اور مبالغہ آمیز خبریں پھیلاتے۔ قرآن کریم نے اس کا سدباب کرنے کے لئے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جب اس قسم کی غیر مصدقہ خبر (انفواہ) پہنچے تو اسے ہرگز لوگوں میں نہ پھیلا یا جائے بلکہ اس قسم کی بے بنیاد خبروں اور انفواہوں کے بارے میں ارباب حل و عقد کو آگاہ کرنا چاہئے تاکہ وہ اس کا جائزہ لیں اور ٹھیک ٹھیک صورت حال سے ملت کو آگاہ کریں۔ اگر کوئی بات صحیح ہے اور اُمت کو اس سے آگاہ کرنا ضروری ہے تو حکومت خود اس خبر کی اشاعت کرے گی اور اگر معاشرہ میں محض بے چینی یا فتنہ و فساد پھیلانے کے لئے انفواہ پھیلائی گئی ہے تو بھی حکومت اور اس کے خفیہ ادارے انفواہیں پھیلانے والوں کے خلاف کارروائی کریں گے اور انفواہوں کے مضر اثرات کی روک تھام کے لئے تمام ضروری اقدامات کریں گے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ
وَأَلَّى الْأَمْرِ إِلَيْهِمْ لَعَلَّمَهُ الَّذِينَ يُسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ
وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا﴾

”اور جب ان کو کوئی بات امن یا خطرے کی پہنچتی ہے تو وہ اسے پھیلا دیتے ہیں۔ اگر یہ اس کو رسول ﷺ اور اپنے اولوالامر کے پاس پہنچادیں تو وہ بات ایسے لوگوں کے علم میں آجائے جو ان کے درمیان اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ بات کی تہہ تک پہنچ جائیں اور صحیح نتیجہ اخذ کر سکیں۔ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تھوڑے سے لوگوں کے سوا تم شیطان کے پیچھے لگ جاتے“ (النساء: ۷۳)

اس آیت مبارکہ میں انفواہیں پھیلانے کو شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے اور ذمہ دار شہریوں پر یہ فریضہ عائد کیا گیا ہے کہ وہ کوئی انفواہ سنیں تو ارباب حل و عقد کو اس سے آگاہ کریں۔ خود اس انفواہ کو بیان کر کے نہ پھیلائیں۔ بلاوجہ سنی سنائی بات کو لوگوں میں بیان کر کے اس جرم میں شریک نہ ہوں جو کہ بدکردار اور مجرمانہ ذہنیت رکھنے والا فرد انفواہ پھیلا کر حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے ایک بڑا سنہری اصول بیان فرمایا ہے جو ملت اسلامیہ کے لئے ایک دستوری ہدایت کی حیثیت رکھتا ہے:

”کفّی بالمرء إثماً أن يحدث بكل ما سمع“ (سنن ابوداؤد: ج ۲ ص ۲۰۳)
”ہمناہ کے لئے یہ بات کافی ہے کہ انسان سنی سنائی بات بیان کرنے لگے“

قرآن حکیم اصلاح معاشرہ کے لئے جہاں ضروری ہدایات دیتا ہے وہاں ایسی باتوں کا بھی قلع قمع کرتا ہے جو معاشرہ کے پر امن اور پرسکون ماحول کو بگاڑتی ہوں۔ سورۃ الاسراء کی اس آیت مبارکہ کو غور

سے پڑھے، جو نہ صرف یہ کہ بے بنیاد باتوں کے پیچھے نہ لگنے کا حکم دے رہی ہے بلکہ ذمہ داری کا شعور بھی بیدار کر رہی ہے۔

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ

عَنْهُ مَسْئُولًا﴾ (سورہ الاسراء: ۳۶)

”جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو، یقیناً کان، آنکھ اور دل سب سے باز پرس ہوگی“

یعنی جس چیز کے بارے میں تمہیں کامل اطمینان اور پوری طرح علم نہ ہو تو محض اٹکل اور گمان کی بنا پر اس کے پیچھے نہ لگ جایا کرو۔ تہمتیں، بدگمانیاں اور انفواہیں سب ایک ہی قبیل کی برائیاں ہیں۔ ایک اچھے اور مہذب معاشرہ کو ان برائیوں سے پاک ہونا چاہئے۔ اسلام جو معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے اس کی بنیاد باہمی تعاون، اعتماد اور حسن ظن پر ہوتی ہے۔ لہذا کسی معاملہ میں کوئی ایسی بات زبان سے نہیں نکالنی چاہئے جو محض انفواہ پر مبنی ہو اور نہ بدگمانی کی وجہ سے کسی کے بارے میں کوئی غلط بات کہی جائے۔ جس سے کسی فرد، جماعت، ادارہ یا طبقہ کی عزت و شہرت کو نقصان پہنچتا ہو، یا کچھ لوگوں کی دل آزاری ہوتی ہو۔

سورۃ الحجرات میں امت مسلمہ کی اجتماعی اور شہری زندگی کے لئے ایک جامع ضابطہ اخلاق پیش کیا گیا ہے۔ اس سورہ میں ان تمام برائیوں سے اجتناب کی تاکید کی گئی ہے جو اجتماعی زندگی میں فتنہ و فساد برپا کرتی ہیں اور جن کی وجہ سے لوگوں کے باہمی تعلقات خراب ہوتے اور رنجشیں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک دوسرے کا مذاق اڑانا، طعن و تشنیع کرنا، لوگوں پر پھبتیاں کسنا یا ان کے خلاف بدگمانیاں پیدا کرنا، لوگوں کی غیبت کرنا، عیب جوئی کرنا وغیرہ۔ یہ سب وہ افعال ہیں جو صراحۃً گناہ ہیں اور معاشرہ میں بگاڑ اور فساد پیدا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام برائیوں کو نام بنام ذکر کر کے انہیں حرام قرار دیا ہے۔

موضوع کی مناسبت سے یہاں سورۃ الحجرات کی ایک آیت خاص طور پر قابل توجہ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْحَبُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾ (الحجرات: ۶: ۴۹)

”اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی اہم خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو

کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو، پھر تمہیں اپنے کئے پر پچھتانا پڑے“

اس آیت مبارکہ میں واضح طور پر حکم دیا گیا ہے کہ اگر کوئی خبر یا اطلاع ناقابل اعتماد ذرائع سے آئے تو بغیر تحقیق و تصدیق اسے من و عن نہیں ماننا چاہئے بلکہ خوب اچھی طرح اس کی تحقیق کر لینی چاہئے کہ اس خبر میں واقعی کوئی صداقت ہے؟ بغیر کسی تحقیق اور بغیر کامل اطمینان کے اگر کسی رد عمل کا مظاہرہ کرو گے تو اس کا نتیجہ سوائے رسوائی اور ذلت کے کچھ نہیں ہوگا۔

مفسرین نے اس آیت کا جو پس منظر بیان کیا ہے وہ بھی اس مسئلہ کی وضاحت کرتا ہے۔ عہد نبوی ﷺ میں بعض لوگوں نے قبیلہ بنی مصطلق کے بارے میں رسول اللہ ﷺ اور مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو غلط اطلاع دی تھی کہ اس قبیلہ نے مرکز کے خلاف بغاوت کر دی ہے اور یہ کہ انہوں نے مرکز کو زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ لیکن مدینہ منورہ کی جانب سے کسی کارروائی سے قبل خود اس قبیلہ کے سردار حارث بن ضرار رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے تمام حقیقت بیان کی اور بتایا کہ قبیلہ کے کسی فرد نے بھی زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار نہیں کیا، نہ ہی مرکز کی جانب سے بھیجے گئے محصل کو کسی نے قتل کی دھمکی دی ہے۔ دراصل قبیلہ بنو مصطلق سے مخالفت رکھنے والے بعض افراد نے غلط اطلاعات دے کر اور اسے پھیلا کر مرکز کو اس قبیلہ کے خلاف کارروائی پر ابھارنے کی کوشش کی تھی۔ اصل حقائق معلوم ہونے پر مرکز نے بنو مصطلق کے خلاف کارروائی کا ارادہ موقوف کر دیا۔ قرآن حکیم نے اس موقع پر یہ حکم دیا کہ اس قسم کی کوئی خبر یا اطلاع جب بھی ملے تو ارباب حل و عقد کو چاہئے کہ اس کی خوب تحقیق کر لیا کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حالات سے مغلوب ہو کر یا جذبات میں آکر کسی بے گناہ طبقہ کے خلاف اقدام کر بیٹھیں جس پر بعد میں پچھتانا پڑے۔

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ عہد نبوی ﷺ میں منافقین اور یہودی انواہیں پھیلانے اور امت مسلمہ کے مختلف طبقات کے درمیان منافرت پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ اس کے لئے وہ ہر حربہ استعمال کرتے تھے۔ عبد اللہ بن ابی نے انصار و مہاجرین کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کے لئے علاقائی تعصب بھی ابھارنے کی کوشش کی۔ انصار و مہاجرین کے درمیان خوشگوار تعلقات اور اسلامی اخوت و محبت نے مدینہ منورہ میں جو وحدت پیدا کر دی تھی، اس میں عبد اللہ بن ابی کو اپنی سیاست چمکانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ وہ باہمی نفرت پیدا کر کے اپنی قیادت کو آگے بڑھانا چاہتا تھا۔ غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر عبد اللہ بن ابی نے رسول اللہ ﷺ اور مہاجرین کے بارے میں یہ دھمکی آمیز الفاظ کہے تھے

﴿لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ﴾ (النافقون: ۸/۶۳)

”اگر ہم مدینہ لوٹ جائیں تو وہاں سے عزت والے لوگ بے حیثیت لوگوں کو نکال باہر کریں گے“

رسول اللہ ﷺ ان منافقین کی حرکتوں پر کڑی نظر رکھتے تھے اور ان کی تمام تخریبی حرکات کو اپنی حکمت عملی اور بصیرت سے غیر موثر بناتے رہتے تھے۔ منافقین کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ وہ حضور ﷺ کے پاس آتے اور سرگوشی کے انداز میں باتیں کرتے، ان سرگوشیوں کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ عام لوگوں کو یہ تاثر دیا جائے کہ ان کے رسول اللہ ﷺ سے خصوصی اور قریبی تعلقات ہیں۔ یہ تاثر پیدا کر کے وہ جو بات رسول اکرم ﷺ کی طرف سے منسوب کر کے پھیلائیں گے، عام لوگ اسے مان لیں گے۔ اسی طرح عام جگہوں پر کھڑے ہو کر یہ لوگ سرگوشی کے انداز میں گفتگو کرتے تھے جس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ لوگوں کو یہ تاثر دیا جائے کہ کوئی خاص بات ہے جس کا صرف ان لوگوں کو علم ہے یا شاید کوئی

رازی کی بات ہے جو انہیں معلوم ہوئی ہے۔ اس طرح ذہنی اور نفسیاتی طور پر راہ ہموار کی جاتی تھی تاکہ جب کوئی افواہ پھیلانی جائے تو لوگ اس پر یقین کر لیں۔ یہ لوگ خفیہ اجتماعات بھی کرتے تھے جس کا مقصد اپنی تحریمی سرگرمیوں کا جائزہ لینا اور ان کو عملی شکل دینے کی تدابیر کرنا ہوتا تھا۔ قرآن حکیم نے منافقین کے خفیہ اجتماعات کے تین مقاصد کا ذکر کیا ہے۔ یہ لوگ گناہ کے کاموں، ظلم و زیادتی اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کے لئے اس قسم کے اجلاس کرتے تھے۔ منافقین کے اس طرز عمل کی وجہ سے قرآن حکیم نے منافقین پر سرگوشیاں کرنے اور رازداری کے انداز میں گفتگو کرنے پر پابندی لگا دی تاکہ یہ لوگ عام لوگوں میں کوئی غلط تاثر پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہوں:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَىٰ ثُمَّ يَعْوَدُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَاجَوْنَ
بِالْأُصْوَامِ وَالْعُدُوِّ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ﴾

”کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اُن لوگوں کو جنہیں سرگوشیاں کرنے سے منع کر دیا گیا تھا، پھر بھی وہی حرکت کئے جاتے ہیں جس سے منع کیا گیا تھا۔ یہ لوگ چھپ چھپ کر گناہ، ظلم اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی باتیں کرتے ہیں“ (سورۃ المجادلہ: ۵۸/۸)

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ سرگوشیاں کرنا یا تنہائی میں ملنا فی نفسہ ایک مباح عمل ہے لیکن اس جواز کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے منافقین نے ملت اسلامیہ اور مرکز کو نقصان پہنچانے کے لئے اسے استعمال کرنا شروع کر دیا تھا، اس لئے اس مباح عمل پر ہی پابندی لگا دی گئی۔ ہاں اگر ان کے اجتماعات اور رازدارانہ باتیں تعمیری مقاصد کے لئے ہوتیں تو یہ عمل مستحسن قرار پاتا۔ تمام تردد اور دواہان لوگوں کے کردار پر ہے جو اس عمل میں مصروف ہوں اور ان حالات پر منحصر ہے جن حالات میں یہ باتیں کی جارہی ہوں۔

افواہیں..... فتنہ و فساد کا سبب

افواہوں اور بے بنیاد خبروں کا ایک اور پہلو سے بھی جائزہ لیا جاسکتا ہے، وہ یہ کہ افواہیں اور بے بنیاد خبریں بسا اوقات مختلف طبقات کے درمیان منافرت پھیلانے کا ذریعہ ہوتی ہیں، باہمی رنجش پیدا کرتی ہیں جن کی وجہ سے لڑائی جھگڑوں کی بھی نوبت آ جاتی ہے اور نتیجہ قتل و غارت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے ان تمام صورتوں کو فتنہ و فساد سے تعبیر کیا ہے۔ دور نبوی میں یہودیوں اور منافقین کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح ملت اسلامیہ میں فتنہ و فساد برپا کریں۔ اس کے لئے وہ ہر حربہ استعمال کرتے تھے۔ یہ لوگ یہاں تک جسارت کرتے تھے کہ قرآن حکیم کے مشکل مقامات اور آیات متشابہات کی اپنی طرف سے من گھڑت تاویلیں کرتے تاکہ لوگوں کو غلط مفہوم بتا کر دین سے برگشتہ کر سکیں یا کم از کم دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کر سکیں:

﴿فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ﴾

”جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ مشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور آیات مشابہات کی (اپنی خواہش کے مطابق) تاویلیں کریں“ (سورۃ آل عمران ۷۳) فتنہ پھیلانے کی یہ مذموم کوشش یہودیوں اور منافقین کی جانب سے تھی، جس کی قرآن حکیم نے مذمت کی ہے۔ قرآن حکیم فتنہ کو قتل سے بھی بڑا جرم قرار دیتا ہے، اس لئے کہ فتنہ کی تباہ کاریاں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ یہ تو قوموں کو لے ڈوبتا ہے..... سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے:

﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾

”اور فتنہ قتل سے کہیں بڑھ کر ہے“ (سورۃ البقرہ: ۱۹۱/۲)

قرآن کریم نے فرعون کے بارے میں بتایا کہ وہ بہت غرور میں مبتلا تھا، اپنے اقتدار کی خاطر لوگوں میں نسلی امتیاز پیدا کرتا تھا اور ان میں پھوٹ ڈال کر ان پر حکومت کرتا تھا:

﴿إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ﴾

”فرعون نے زمین پر بہت سر اٹھا رکھا تھا۔ اس نے وہاں کے باشندوں کو فرقوں میں تقسیم کر دیا تھا اور ایک گروہ کو (یہاں تک) کمزور کر دیا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا۔ یقیناً وہ فساد برپا کرنے والوں میں تھا“ (سورۃ القصص ۲۸/۴)

اس آیت مبارکہ میں فرعون کے بھیانک جرائم کو فساد سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اوپر ہم نے منافقین کی تخریبی حرکتوں کو بیان کیا ہے جس میں افواہیں اور جھوٹی خبریں پھیلانا بھی شامل ہے۔ سورۃ البقرہ میں منافقین کی ان حرکتوں کو فساد سے تعبیر کیا گیا ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ﴾

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کر رہے ہیں..... خبردار ابھی لوگ فساد ہی میں مگر انہیں شعور نہیں“ (سورۃ البقرہ: ۱۲، ۱۱۲/۲)

فساد اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں: ﴿وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ﴾

”اور اللہ تعالیٰ فتنہ انگیزی کو پسند نہیں کرتا“ (البقرہ: ۲۰۵/۲)

افواہیں پھیلانا..... ایک مذموم حرکت

اخلاقی نقطہ نگاہ سے غور کریں تو بھی افواہیں پھیلانا بہت گھٹیا اور مذموم حرکت ہے، اس لئے کہ غیبت کرنا، تہمتیں لگانا، جھوٹ بولنا، لوگوں کی کردار کشی کرنا یا لوگوں کی تحقیر و تذلیل کرنا نہ صرف گناہ کبیرہ ہیں بلکہ وہ برائیاں ہیں جنہیں تمام اخلاقی نظام غیر اخلاقی حرکت تصور کر کے رد کرتے ہیں۔ ظاہر

ہے کہ آفواہیں پھیلانے میں ان تمام برائیوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اسلام کا اخلاقی ضابطہ تو ایسے کردار کی تعمیر و تشکیل کرتا ہے جس کی بنیاد صداقت، امانت و دیانت، باہمی اخلاص و محبت، اعتماد اور عدل و انصاف پر ہوتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر انسان فطرنا اچھا ہے، بدگمانی گناہ ہے۔ حدیث نبویؐ میں ہے کہ ”اہل ایمان کے بارے میں اچھا گمان رکھو، بلا وجہ تجسس اور عیب جوئی بھی جائز نہیں ہے۔“

ہماری ذمہ داریاں

اوپر کی بحث اور گفتگو سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ قرآن و سنت کی رو سے آفواہیں پھیلانا بے بنیاد خبریں شائع کرنا قطعاً جائز نہیں۔ اس قسم کی حرکتوں میں جو لوگ ملوث ہوں گے وہ جرم میں ملوث تصور کئے جائیں گے۔ ان کے خلاف تادیبی کارروائی کی جاسکتی ہے۔ قرآن و سنت میں جہاں اس قسم کی مذموم حرکتوں پر پابندی لگادی گئی ہے وہیں مملکت کے عام اور ذمہ دار شہریوں پر بھی یہ فریضہ عائد کیا گیا ہے کہ وہ بھی آفواہوں کی روک تھام میں اپنی ذمہ داریاں پوری کریں، آفواہیں پھیلانے والوں پر کڑی نظر رکھیں۔ ان کی پھیلائی ہوئی باتوں کو خود بیان کر کے نہ پھیلائیں اور اگر کوئی ایسی خبر جس کا تعلق ملک و ملت کی سلامتی سے ہے تو فوری طور پر آرباب حل و عقد کو مطلع کر کے آفواہوں کی روک تھام اور ملک و ملت کی سلامتی کے معاملات میں اُن کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں۔

آفواہوں کی روک تھام میں حکومت کا کردار بھی بہت اہم ہے۔ خاص طور پر نشر و اشاعت کے وہ ادارے جو حکومت کی زیر نگرانی کام کر رہے ہیں۔ مثلاً ریڈیو یا ٹیلی ویژن وغیرہ۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم کام یہ کرنا ہو گا کہ یہ ادارے عوام میں اپنا اعتماد پیدا کریں تاکہ لوگ ان اداروں کی مہیا کردہ اطلاعات پر بھروسہ کر سکیں۔ یہ ادارے کردار سازی کا کام کریں، کردار کشی کے لئے استعمال نہ ہوں۔ ان اداروں پر اعتماد بحال ہونے سے آفواہ سازوں کی حوصلہ شکنی ہوگی۔

ہماری ملکی اور ملی صحافت پر بھی ہماری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ہمارے بعض اخبارات کا طرزِ عمل تو بہت ہی غیر محتاط ہوتا ہے، وہ غیر مصدقہ اور بے بنیاد خبریں شائع کر کے معاشرہ اور مملکت دونوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اخبارات کو چاہئے کہ وہ ایسی خبریں جن کا براہ راست اثر ملک و ملت پر پڑتا ہو، جن سے ہمارے ملی ادارے متاثر ہوتے ہوں یا افراد کے کردار پر ان کا اثر پڑتا ہو، بلا تحقیق شائع نہ کیا کریں بلکہ اچھی طرح چھان بین کر کے پورا اطمینان کر لینے کے بعد بھی یہ جائزہ لیں کہ کیا اسے شائع کرنا چاہئے یا نہیں؟ انہیں صرف ایسی چیزوں کی اشاعت کرنا چاہئے جن کی اشاعت واقعی ضروری ہو اور ان کی اشاعت سے منفی اثرات معاشرہ میں نہ پیدا ہوتے ہوں۔ اگر ہمارے اخبارات ان آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبویؐ کی روشنی میں ایک ضابطہ اخلاق و عمل طے کر لیں تو یقیناً مثبت اور صحت مند صحافت بھی آفواہ سازی کے خلاف اپنا کردار ادا کر سکے گی۔